احادیث سے صحابہ کرام کا استدلال و امتثال

(از مولانا عبد الرؤف صاحب رحمانی جھنڈا نگری)

(دیکھو سلسلہ کے لیے رحیق مئی ۱۹۵۷ء)

(۶)

حضرت ابو سعید خدریؓ

(۱) حضرت ابو سعید خدریؓ بڑے متبع سنن صحابی ہیں۔ ایک بار حجاج کے سپاہیوں نے نماز جمعہ کے دن جبکہ حجاج کا خطبہ شروع ہو چکا نماز ادا کرنے سے روکا کہ اس وقت امیر کا خطبہ سنو۔ مگر آپ نے دو رکعت نماز ان کے زجر و ضرب کے درمیان ادا فرمائی جب پوچھا گیا کہ آپ نے نماز کو کیوں ترک نہ کیا؟ جب کہ اس کے سپاہی تنگ کر رہے تھے اور آپ کو کوڑے سے مارنے لگے تھے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کے روکنے سے میں ان رکعتوں سے رک جاؤں جن کے متعلق مجھے ایک واقعہ یاد ہے جب کہ جمعہ کے خطبے کے وقت ایک آنے والے شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ دونوں رکعتیں پڑھوائیں ہیں۔[1]

(۲) ایک بار آپ کسی درد و تکلیف کی وجہ سے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میرا ایک بھائی آیا اس نے میرے اس طرح کے لیٹنے کو ناگوار سمجھ کر میرے دکھی اور زخمی پاؤں پر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ مجھے بڑی اذیت ہوئی۔ میں نے کہا آپ کو معلوم نہیں کہ میرے اس پاؤں میں کیسی تکلیف اور بے چینی ہے۔ کہا ہاں معلوم ہے لیکن تم کو بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اس طرح کے لیٹنے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔[2]

حضرت ابو سعید خدری نے حدیث نبوی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنی تکلیف و بے چینی کی شکایت بھول گئے۔

(۳) حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا تھا

۱؎ ترمذی شریف ۲؎ مسند احمد جلد سوم ص۴۲

کہ کسی کے خوف سے حق بات کہنے سے گریز نہ کرنا چاہیئے۔ جب حضرت معاویہ کے زمانہ میں اصلاح طلب حالات پیش آئے تو اس حدیث کے بموجب میں نے سفر کیا۔ فَمَلَأْتُ أُذُنَيْهِ مختلف قسم کی شکایات سے میں نے اس کے کانوں کو بھر دیا۔ یعنی بلا رو رعایت حق باتوں کو ان کے منہ پر کہہ آیا۔[1]

اس روایت سے حضرت ابوسعید خدریؓ کا تبلیغی جذبہ اور صاحبِ اقتدار کے سامنے کلمۂ حق برملا کہنے کا حال ظاہر ہے جو اتباع رسالت و امتثالِ احادیث ہے۔ آج ایسے صاحبانِ اختیار و مالکانِ اقتدار کے سامنے کلمۂ حق اور خلافِ مزاج شکایات کے پیش کرنے کا حوصلہ بالعموم ختم ہے بلکہ دینی احساس ہی باقی نہیں ہے۔ اسی لیئے منکرات ہر طرف اور ہر سوسائٹی میں اُبل پڑے ہیں۔ اور قوم کے پاسبان ہیں کہ معاشی و معاشرتی و تمدنی و اقتصادی عنوانات مسائل پر مباحثوں میں مشغول ہیں۔

(۴) حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں ایک بار بقرعید کے موقعے پر مجھے ایک سفر کرنا ضروری ہو گیا۔ اور میں چلا گیا اور جب یوم الاضحیٰ (بقرعید) سے کئی دن کے بعد گھر واپس آیا تو میری بیوی نے ترکاری اور گوشت ملا ہوا سالن بنا کر پیش کیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ یہ گوشت کہاں سے لا؟ بیوی نے کہا کہ قربانی کے گوشت کا بقایا ہے۔ میں نے کہا یہ ادّخار کہاں درست ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بقرعید کے گوشت تین دن سے زیادہ نہ روکے جائیں۔ اس لیئے میں اس گوشت کو نہ استعمال کروں گا۔ بیوی نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امسال کے موسم اضحیٰ میں اس کی رخصت عطا فرما دی ہے۔ اب جتنے دنوں تک جی چاہے گوشت کو بچا کر رکھ سکتے ہیں۔ حضرت ابوسعید فرماتے ہیں مجھے تنہا ایک عورت کے بیان پر اعتماد کرنا اچھا نہ معلوم ہوا تو میں نے ایک بدری بھائی سے دریافت کیا جب انہوں نے بھی اس رخصت کے متعلق تصدیق کر دی تب میں نے وہ سالن استعمال کیا۔[2]

اس روایت سے حضرت ابوسعید خدریؓ کا جذبہ اتباع و امتثال صاف ظاہر ہے اپنے مرغوب سے مرغوب اشیاء طعام وغیرہ میں ارشادِ رسالت کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔

---

[1] مسند احمد جلد سوم ص۴۲۔ [2] مسند احمد جلد چہارم ص۱۶

حضرت معاویہؓ

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں شام کے گورنر تھے دس ہزار دینار سالانہ ان کا وظیفہ مقرر تھا[1] بڑے متبع سنن تھے۔ حضرت علیؓ جب سریر آرائے خلافت ہوئے تو دم عثمانؓ کی غلط فہمیوں کی وجہ سے وہ حضرت علیؓ کے ماتحت نہ ہوئے۔ غلط فہمی کے بعض اسباب بھی تھے۔ اور یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی جس پر شرعاً ملامت جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بڑے صاحب فضیلت صحابی بھی ہیں اسی واسطے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حضرت معاویہؓ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

باید دانست کہ معاویہ بن ابی سفیانؓ یکے از اصحاب آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم و صاحب فضیلۃ جلیلہ در زمرۂ صحابہ رضوان اللہ علیہم زنہار در حق او سوءِ ظن نکنی[2]

یعنی خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت معاویہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کے حق میں بدگمانی ہرگز درست نہیں۔ بہرحال اس ضروری انتباہ کے بعد ان کے اتباع سنن کے چند واقعات دیکھئے۔

(۱) حضرت سائبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضرت معاویہؓ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی۔ جب امام نے نماز جماعت ختم کر لی تو میں نے اسی جگہ پر سنت پڑھنی شروع کر دی جب میں نماز پڑھ چکا تو حضرت معاویہ نے مجھے بلایا اور کہا کہ فرض نماز کے ساتھ دوسری نماز کا ملانا درست نہیں ہے یا تو جگہ بدل لینی چاہیئے یا درمیان میں کوئی بات کر لینی چاہیئے یہ مجھے اتنا بتلا کر حدیث نبوی سنائی۔

فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ أَمَرَنَا بِذَلِكَ أَنْ لَا نُوصِلَ صَلَاةً حَتَّى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ[3]

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ فرض و سنت کے درمیان فاصلہ ضروری ہے خواہ جگہ بدل دے یا کوئی بات درمیان میں کر لے۔

اس واقعہ سے حضرت معاویہ کا جذبہ تبلیغ و امتثال حدیث واضح ہے۔

(۲) حضرت معاویہؓ اپنے امارت و خلافت کے (حسن بن علیؓ سے صلح و بیعت کے بعد خلافت

---

۱ استیعاب لابن عبدالبر ۲ ازالۃ الخفا ۳ منتخب کنز العمال جلد سوم ص ۲۹۴

متحقق ہوگئی، دور میں مؤذن کے اذان پر ہر ایک کلمہ کا جواب دیتے رہتے۔ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح پر پہنچا تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا باقی کلمات کا جواب مؤذن کے کلمات کی طرح دیتے تھے۔ ایک بار حضرت معاویہؓ نے فرمایا

ھٰکَذَا کَانَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ [1]	یعنی میں مؤذن کی اذان کے جواب میں ان کلمات کو اس لئے کہتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مؤذن کی اذان پر اسی طرح کہتے تھے۔

اس واقعہ سے حضرت معاویہؓ کا امتثالِ سنن واتباعِ حدیث کا حال صاف ظاہر ہے بے شک حضرت معاویہؓ امیر وقت تھے حکومت کے منصب عالی پر فائز تھے لیکن عباداتِ نبویہ کے تمام جزئیات بلکہ اذانِ نماز کے تمام آداب تک پر عامل بھی تھے اور مبلغ بھی اور اس کو اپنے لئے فخر وسعادت سمجھتے تھے۔ یک آج ہمارا زمانہ ہے کہ سرمایہ دار طبقہ عموماً نماز روزہ اذان وغیرہ کے آداب وسنن سے دور جارہا ہے۔ اور کتنے رئیس اور صاحبزادے ہیں جو کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت کے سوال پر پوچھنے والے کا منہ دیکھنے لگتے ہیں کہ حضرت سائل کونسی اصطلاح بول رہے ہیں۔

(۴) حضرت معاویہؓ روم کی سلطنت سے صلح قبول کر چکے تھے۔ صلح میں جو کچھ وقت اس کے لئے مقرر تھا۔ وہ وقت اور وہ معاہدہ جب پورا ہونے کے قریب آیا تو حضرت معاویہؓ نے اس میعاد کے اندر ہی روم پر فوج کشی کے ارادہ سے اپنی فوجوں کو رومی سرحد کے قریب کر دیا ان کا ارادہ یہ تھا کہ مدت ختم ہوتے ہی سرحد پار ہوکر رومی سلطنت پر حملہ کر دیا جائے۔ ایک صحابی کو اس کا علم ہوا تو وہ سواری پر سوار ہوکر حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچے۔ اور وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے آئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنائی کہ معاہدہ کے دوران میں کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ معاہدہ کی مدت ختم ہونے کے بعد علی الاعلان صلح یا جنگ کا معاملہ کیا جائے۔ جب حضرت معاویہؓ نے یہ حدیث سنی فوراً

---

[1] مسند احمد جلد چہارم ص ۹۸

اپنے تمام لاؤ لشکر کے ساتھ واپس آگئے۔ مسند احمد کے الفاظ ہیں فبلغ ذلک معاویۃ فرجع[1]

اس روایت سے حضرت معاویہ رض کا جذبۂ امتثال و اتباع حدیث کا حال خوب واضح ہے۔ لشکر کشی کے تمام نقصانات و اخراجات و مصارف کا کچھ بھی لحاظ نہ فرمایا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملتے ہی سر تسلیم خم کر دیا۔

(۴) حافظ ابو عبید قاسم بن سلام لکھتے ہیں کہ شاہ روم نے حضرت معاویہ رض سے ایک معین رقم ادا کرنے کے وعدہ پر صلح کر لی۔ حضرت معاویہ رض نے ادائے رقم تک کچھ چیزیں رہن کے طور پر ضمانتہً حاصل فرمائیں لیکن شاہِ روم نے اس ضمانت اور مرہون اشیائ کے باوجود بدعہدی کی اس وقت مسلمانوں کے قبضہ میں بہت سے رومیوں کے آدمی رہن کے اندر شامل ہو کر موجود تھے۔ لیکن حضرت معاویہ رض نے جواباً بدعہدی نہیں کی نہ کسی کو قتل کیا نہ کسی کو قید رکھا بلکہ میعاد ختم ہوتے ہی ان سب مرہون آدمیوں کو آزاد کر دیا۔ حضرت معاویہ رض کی اس رحمدلی اور التزام فرمانِ مصطفوی کے سبب فتح و کامرانی حاصل ہوئی اور آزاد کردہ وہ رومی اشخاص آپ کے لیئے مخبر و راز افشا کرنے والے اور قلعہ تک آسان راستوں سے جانے کے لیئے رہبر بن گئے۔ بہر حال یہاں مقصود صرف اس قدر ہے کہ حضرت معاویہ رض نے حدیث کی اتباع فرمائی۔ اور فرمان رسالت کا امتثال کیا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو پیش نظر رکھا جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص کسی غیر کے ظلم کی وجہ سے اس کے دوسرے متعلقین کو ستائے گا یا قتل کرے گا۔ وہ میری شفاعت اور ورود حوض کوثر سے محروم رہے گا

ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جو معاہدین پر ظلم کرے لم یجد رائحۃ الجنۃ وہ جنت کی خوشبو تک سے بھی محروم رہے گا۔ راوی کے الفاظ ہیں۔

فَاَبیٰ مُعَاوِیَۃُ وَالْمُسْلِمُوْنَ اَنْ یَسْتَحِلُّوْا قَتْلَ مَنْ فِیْ اَیْدِیْہِمْ مِنْ رُھُنِھِمْ وَخَلَّوْا سَبِیْلَھُمْ[2]

یعنی حضرت معاویہ رض اور اصحاب شوری نے جائز نہیں رکھا کہ رومی بادشاہ کی غلطی سے دوئے ضمانت والے رومی قتل کر دئے جائیں بلکہ غلطی کا خمیازہ غلطی کرنے والے کے سر ڈالا اور ان ہم قوم ہم وطن رومیوں کو خوشدلی سے آزاد کر دیا

۱ مسند احمد جلد چہارم ص۱۱۱　۲ کتاب الاموال ص۱۶۲

ایک آج کا دور ہے کہ اگر ایک حکومت میں کسی اقلیت کے متعلق نادانستہ بھی ذرا سی بے اعتدالی ہو جائے تو دوسری حکومت کے ماتحت حکام و افسران کو اپنے یہاں کی اقلیت کو خلاف معاہدہ ستانے اور تلف و برباد کرنے کے لئے ایک سند جواز ہاتھ آ جاتا ہے۔

حضرت جابرؓ | حضرت جابرؓ بھی محبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے اور آپ کی احادیث و سنن کے عاشق تھے۔

(۱) حضرت جابرؓ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور کھانا طلب فرمایا۔ اندر سے کچھ روٹی آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا کچھ سالن نہیں ہے؟ جواب ملا صرف سرکہ ہے فرمایا وہی لاؤ اور مجھ سے فرمایا الخل نعم الادام (سرکہ ایک عمدہ سالن ہے) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں

مازلت احب الخل منذ سمعته رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[1]	یعنی جب سے میں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرکہ پسند کرتے ہیں میں بھی سرکہ کو پسند کرنے لگا۔

اس روایت سے واضح ہوا کہ حضرت جابرؓ نے طعام کی چیزوں تک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع فرمایا اور آپ کے پسند کو اپنا پسند ٹھیرا لیا جب عام عادات و سنن میں یہ حال تھا تو عبادات و طاعات میں اتباع و امتثال کا کتنا اونچا مقام رہا ہوگا آسانی سے قیاس کیا جا سکتا ہے۔

(۲) حضرت جابرؓ مسواک بکثرت کیا کرتے تھے جب قیام اللیل (نماز تہجد) کے لئے اٹھتے تو مسواک کرتے اور جب تھوڑی دیر میں فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد جاتے تب بھی مسواک فرماتے کسی نے ان سے کہا کہ آپ نے بکثرت مسواک سے دانت کے مسوڑوں کو زخمی کر رکھا ہے۔ حضرت جابرؓ نے جواب دیا

ان اسامة اخبرنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان	کہ حضرت اسامہؓ نے مجھے خبر دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان معمولات میں

[1] مسند احمد جلد سوم ص۴۰۰

يَتَاكُ مِنَ السِّوَاكِ ہیں مسواک فرمایا کرتے تھے[1]

(اس روایت سے ان کا اتباعِ سنن وامتثالِ حدیث صاف ظاہر ہے۔

حضرت معاذ بن جبل حضرت معاذ بن جبلؓ جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ کے اتباعِ سنن کا بھی متعدد واقعات سے اندازہ ہوتا ہے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ چونکہ اہلِ عجم اپنے بڑوں کے نام خطوط میں پہلے لکھتے ہیں اور اپنا نام پیچھے لکھتے ہیں لیکن جب تم لوگ کوئی خط لکھو تو پہلے اپنا نام بحیثیت کاتب کے پہلے لکھو۔ حضرت معاذ بن جبلؓ بھی دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح اس پر عامل تھے چنانچہ جب امیرالمومنین حضرت عمرؓ کا خط ان کے نام آتا اور حضرت معاذ اس خط کا جواب دیتے تو شروع میں اپنا نام لکھتے ایک خط کے الفاظ اس طرح ہیں۔ من معاذ بن جبل الی عمر بن الخطابؓ۔[2]

(۲) یمن کے دو مختلف علاقوں پر حضرت ابو موسےٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ مقرر تھے ایک بار حضرت معاذؓ ابو موسیٰ اشعریؓ سے ملنے آئے تو وہاں ایک آدمی بندھا ہوا دیکھا۔ پوچھا یہ کون ہے معلوم ہوا کہ یہ یہودی سے مسلمان ہوا پھر مرتد ہو کر یہودی ہو گیا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا اس کی سزا قتل ہے جب تک اسے قتل نہ کر دو گے میں یہاں بیٹھ نہیں سکتا۔ چنانچہ اس کی گردن مار دی گئی۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا ایسا میں نے اس لیے کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ[3] یعنی جو شخص دینِ اسلام سے باغی ہو کر مرتد ہو جائے اس کو قتل کر دو۔

اس روایت سے حضرت معاذ بن جبل کا احادیث نبویہ کے ساتھ شدت امتثال اور اہتمام اطاعت و اتباع صاف ظاہر ہے۔ اب رہا مرتد کے قتل کا معاملہ تو اس کو یوں سمجھیے کہ اسلام نے زندگی کا ایک جامع و نعم البدل "قانون" پیش کیا ہے۔ اب جو کوئی سمجھ بوجھ کر اسلام کا ممبر بننے اور رکن بننے کے بعد بلا کسی خاص وجہ کے اسلام سے بغاوت اور "قانون شکنی" کرے

---

[1] منتخب کنز العمال جلد سوم صفحہ ۴۳۶ [2] منتخب کنز العمال جلد چہارم صفحہ ۲۶ [3] مسند احمد جلد پنجم صفحہ ۲۳۱

تو ایسے باغیوں کے لئے اسلام میں کوئی رعایت نہیں جب کہ دنیوی قوانین میں بھی باغیوں کی سزا سخت سے سخت ہوتی ہے۔

جنگ عظیم ۱۹۱۴ء اور جنگ اعظم جرمنی کے مسئلہ کا پیدا کردہ حال کسے معلوم نہیں لیکن جب جنگ کا خاتمہ ہوا تو فریق غالب نے اپنے سیاسی باغیوں کو کیسی کیسی سزا اور کیسی کیسی وحشت ناک قتل و پھانسی اور لاش تک کے جلانے کے واقعات نہیں کر ڈالے۔

(۳) حضرت معاذ بن جبل رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا اَنَا اُحِبُّكَ (میں تم سے محبت کرتا ہوں) میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا میں تم کو ایک وصیت کرتا ہوں اور تم اس پر عمل کرتے رہنا اور وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرو۔

رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ — یعنی اے میرے خدا مجھے اپنے ذکر اور شکر کی توفیق

وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ — عطا کیجئے اور اچھی عبادت ادا کرنے میں میری مدد فرمائیے

حضرت معاذ رضؓ فرماتے ہیں میں اسی تاریخ سے زندگی بھر ہر نماز کے بعد پڑھتا رہا راوی کا بیان ہے کہ حضرت معاذؓ نے اس کی وصیت صنابحی کو کی اور صنابحی نے ابو عبدالرحمٰن کو اور ابو عبدالرحمٰن نے اس کی وصیت عقبہ بن مسلم کو فرمائی [۱]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ رضؓ نے حدیث پر خود بھی عمل کیا اور رب اعنی کے تحت دوسروں کو تبلیغ بھی فرمائی تا آنکہ انہی کے واسطہ سے آج ہم سب تک یہ حدیث پہنچی۔ خداوند کریم ہم سب کو بھی اس دعا کی نمازوں کے بعد پڑھنے کی توفیق بخشے۔

(۴) حضرت معاذ بن جبل رضؓ ان خوش نصیب اور خوش انتظام لوگوں میں سے ہیں جب یمن کی عمل داری پر آپ کا تقرر ہوا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا تقرر فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں آپ کا یمن ہی کے لئے تقرر قائم رکھا اور حضرت عمر رضؓ نے آپ کو یمن کا حاکم اپنے دورِ خلافت میں مقرر کر کے بھیجا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کے ارتحال پر وہ یمن سے چلے آئے تو حضرت عمر رضؓ نے ان کو یمن کا حاکم مقرر کر کے واپس بھیجا آپ کے انتصاب

[۱] مسند احمد جلد پنجم ص ۲۴۵

معاشی انتظام سے پورا علاقہ خوش حال ہو گیا حتیٰ کہ زکوٰۃ کی پوری رقم غربا کے نہ ہونے سے جب وہاں صرف نہ ہو سکی تو حضرت معاذؓ نے پہلے سال ایک ثلث دوسرے سال نصف اور تیسرے سال کل رقم بیت المال بھیج دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم حدیث نبوی پر کیوں نہیں عمل کرتے اور زکوٰۃ یمن کے غربا و مساکین اسلام پر صرف کیوں نہیں کرتے انہوں نے جواب دیا کہ میری نظر میں حدیث نبوی ہے کہ مقامی صدقات کو اغنیا سے لے کر فقراء یمین پر صرف کیا جائے گر اس کا کیا علاج کہ یہاں پورے یمن میں اس کے لینے والے باقی نہیں رہے پورا علاقہ خوشحال ہے ان کے الفاظ یہ ہیں۔

مالعثت الیک بشئی وانا اجد یعنی میں نے ان اموال زکوٰۃ و صدقات احداً یاخذ منی [1] کو اس مجبوری سے آپ کے پاس مرکزی بیت المال میں بھیجا ہے کہ یہاں ایک انسان بھی ایسے اموال کا لینے والا باقی نہیں ہے

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ محض تحصیلدار نہ تھے بلکہ اعلےٰ درجہ کے خوش انتظام بھی تھے۔ نیز معلوم ہوا کہ حدیث نبوی توخذ من اغنیاءھم وترددعلی فقرائھم ان کے پیش نظر تھی اور اس پر عامل تھے چنانچہ پہلے سال دو ثلث مال مستحقین میں تقسیم ہوا ایک ثلث بچ رہا جو مرکز کو روانہ کیا دوسرے سال نصف ہی کے مستحقین ملے نصف مرکز کو گیا۔ تیسرے سال جب کوئی مستحق نہ ملا تو سب مال مرکز کو بھیج دیا گیا ــــ بہر حال اتباع حدیث اس واقعہ سے بھی صاف ظاہر ہے۔

(۸) ایک بار حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ کو قبیلہ بنو سعد پر تحصیلدار بنا کر بھیجا آپ وہاں گئے اور امراء قوم سے زکوٰۃ وصول فرما کر غربا و اسلام میں ساری رقم آپ نے تقسیم کر دی کوئی رقم یا کوئی چیز نہ دار الخلافت اور مرکزی بیت المال کے لیئے لائے نہ خود کوئی چیز تحفہ کے طور پر اپنے گھر کے لیئے لائے۔ بیوی نے پوچھا تم اس سفر سے واپسی میں کوئی چیز کوئی تحفہ بیوی بچوں کے لیئے نہیں لائے کیا معاملہ ہے؟ چونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کوئی تحصیلدار یا عامل جب کسی مقام پر حکومت کا کام کرے تو وہاں کے تمام تحائف

[1] کتاب الاموال ص ۵۹۶

آمدنی حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں عامل کے لیئے تحفہ کے طور پر کچھ اپنے لئے مخصوص کرنا درست نہیں ہے۔ چنانچہ ایک صحابی سے حضور نے پوچھا یہ رقم تو بیت المال کے لیئے لائے اور یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا یہ مجھے وہاں کے لوگوں نے تحفہ دیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اپنی ماں کے گھر بیٹھ کے دیکھ تجھے کون تحفہ دیتا ہے بہرحال اس قسم کے روایات و احادیث کے پیش نظر آپ کچھ تحفہ تحائف نہیں لائے۔ لیکن بیوی کو مطمئن کرنا بھی ضروری تھا تو فرمایا کَانَ مَعِیَ ضَاغِطٌ یعنی میرے ساتھ نگران کار تھا۔ بیوی سمجھیں کہ ان کے آمد و خرچ کی جب فاروق اعظمؓ کی طرف سے نگرانی ہو رہی تھی تو یہ کوئی چیز بچا کر کیسے لا سکتے تھے۔ حضرت معاذؓ کا مقصد خداوند کریم حافظ و نگران کار ہے۔ میں کس طرح کوئی رقم تحفہ بنا کر لا سکتا تھا۔ بہرحال اس مبہم وغیر واضح جملہ سے بیوی کو تو راضی کر لیا لیکن بیوی حضرت عمرؓ سے بدگمان ہوگئیں اور ادھر ادھر کی مجلسوں میں کہنے لگیں کہ میرے شوہر کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امین سمجھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے امین سمجھا مگر عمرؓ بھروسہ نہیں کرتے۔ ضاغط و محافظ بھیجتے ہیں۔ شدہ شدہ یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی۔ تو حضرت معاذؓ سے پوچھا بھائی یہ کیا قصہ ہے میں نے تمہارے ساتھ کون سے محافظ کو بھیجا تھا۔ جب حضرت معاذؓ نے بیوی کے سوال و جواب کے پورے واقعہ سے حضرت عمرؓ کو مطلع کیا کہ لطائف الحیل سے میں نے اس کو راضی کرنے کے لیئے ضاغط کا لفظ استعمال کر لیا کہ میرے معاملات و حالات کی نگرانی خدا کی طرف سے ہو رہی تھی میں کوئی خیانت کس طرح کرتا۔ بیوی آپ کو سمجھ کر خاموش اور میری جانب سے مطمئن ہوگئی۔ حضرت عمرؓ اس صورت حال کو سن کر خوب ہنسے اور پھر حضرت معاذؓ کو چند چیزیں عطا فرمائیں اور فرمایا اِرضِهَا بِهِمْ[1] کہ یہ چیزیں ان کو دے کر میری طرف سے راضی کیجیئے۔ اس واقعہ سے حضرت معاذ بن جبلؓ کا اتباع حدیث کا حال خوب واضح ہے۔ امانتداری کی حدیث پر عمل کیا۔ کسی قوم کے اموال زکوٰۃ وصول کرے تو وہاں سے بطور تحفہ کچھ اپنے لیئے نہ لائے اس حدیث پر بھی عمل کیا اور عورت کو لطائف الحیل بلکہ ظاہری کذب سے بھی راضی کر لینے والی جو حدیث ہے اس پر بھی عمل کیا۔ (باقی)

[1] کتاب الاموال ص۵۹۷